سوشلزم

پاکستان پر تسلُّط کا نیا دعویدار!

از جناب نعیم صدیقی صاحب

ایک ملک و قوم کے لیے اس سے زیادہ تشویشناک صورتِ حال کوئی نہیں ہو سکتی کہ بیس اکیس برس گزر جانے پر بھی کچھ لوگ بار بار یہ بحث اٹھانے کی کوشش کرتے رہیں کہ اس کی بنیاد کس نظریۂ حیات پر ہے، اور اس میں کونسا نظام چلنا چاہیے۔ مملکت کی بنیادوں کے ساتھ اس دل لگی کا روادار کوئی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جو ملک کا سچا بہی خواہ ہو۔

صورت یہ نہیں ہے کہ پہلے سے ہمارے سامنے کوئی تصور موجود نہ ہو، اور ایک ذہنی خلا پایا جاتا ہو، اور اب مختلف نظریات ابھر ابھر کے آئیں اور اپنی اپنی جگہ اس خلاء کو بھرنے کی کوشش کریں۔ ایسی صورت یہاں ہرگز نہیں ہے۔

آپ کا اگر حافظہ ساتھ دے! اگر آپ کا حافظہ ساتھ دے تو سلسلۂ واقعات یہ ہے کہ تشکیلِ پاکستان جس تحریک کے تحت ہوئی اس نے اسلامی مملکت بنانے اور اسلامی تہذیب کو قائم کرنے کے وعدے پر عوام کو اپنے ساتھ لیا اور ان کو سرگرمِ عمل کیا۔ اس تحریک کے قائدین ـــــ قائد اعظم سے لے کر تمام بڑے اور چھوٹے، مرکزی اور علاقائی لیڈروں تک ـــ نے اسلامی حکومت قائم کرنے کے بار بار اعلانات کیے اور قرار دادیں پاس کیں۔ پھر انہی اعلانات کو دستوری شکل دینے کے کام میں جب سیکولر ذہنیت کے ایک قلیل گروہ نے اندر ہی اندر رکاوٹیں پیدا کیں اور قوم کے اس اہم ترین بنیادی مسئلے کو التوا میں ڈالا تو اپریل ۱۹۴۸ء سے یہ مطالبہ اُبھرا کہ دستور ساز اسمبلی اسلامی اصولوں پر دستور بنانے کا آئینی فیصلہ کرے۔ یہ مطالبہ قومی امنگوں سے ہم آہنگ ہونے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ایک ہمہ گیر تحریک میں بدل گیا جس کے نتیجے میں پاک دستور یہ نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد پاس کر کے خدا کی حاکمیت اور قانون شریعت کو دستور کا اصل الاصول قرار دیا۔ پھر قوم کے تمام فرقوں کے ۳۱ علماء نے جنوری ۱۹۵۱ء میں اسلامی دستور کے لیے ۲۲ اصول

بالاتفاق طے کر دیئے۔ اس کے بعد ۲۳ مارچ ۱۹۵۶ء کو قرار دادِ مقاصد پر مبنی دستور پاس کیا گیا۔ بعد میں اگرچہ جمہوری طریق سے بنے ہوئے اس دستور کو برطرف کر کے مارشل لاء لگا دیا گیا اور نئی طاقت نے نئے ماحول میں اپنی مرضی کا دستور نافذ کر دیا۔ لیکن اس نئے دستور میں بھی قوم کے اجتماعی عقیدہ کے مطابق اسلامی اصول و مقاصد کو اسی طرح برقرار رکھا گیا اور مملکت کا نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان طے کیا گیا جس طرح دستور ۱۹۵۶ء میں تھا۔

یہ مذاق نہیں چل سکتا! اب یہ ایک عجیب صورتِ حال ہے کہ ایک طرف بار بار اسلام کا نام لیا جاتا ہے اور ملک کو اسلامی ملک کہا جاتا ہے، اور دوسری طرف ایک عنصر بار بار اسلام کے مقابل میں ایک دوسرا نظریہ لا لا کے عوام کو الجھن میں ڈالتا ہے کہ گویا ابھی ملک و قوم کے نظریۂ حیات کا سوال حل طلب ہے، اور کوئی چیز کبھی طے ہی نہیں کی گئی۔ گویا قومی زندگی کا نہایت ہی اہم معاملہ سرے سے کوئی اہم معاملہ نہیں ہے، بلکہ ایک مذاق ہے۔ یہ مذاق بیس سال سے ایک عنصر جاری رکھے ہوئے ہے۔ کبھی وہ دب جاتا ہے اور اس کی لے بالکل دھیمی پڑ جاتی ہے، اور کبھی وہ یکایک سر ابھارتا ہے اور زیادہ زور سے نعرہ لگا دیتا ہے۔ لیکن اہلِ پاکستان اپنے دین اور اپنی مملکت کی طے شدہ دستوری بنیادوں کے خلاف روز روز کے اس مذاق کے روادار نہیں ہو سکتے۔

دو ٹوک بات سیدھی سیدھی دو ٹوک بات یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام اور سوشلزم دو برابر کے مدعی نہیں ہیں۔ یہ دونوں مساوی بنیاد پر ایک دوسرے کے مدمقابل قرار نہیں دیئے جا سکتے۔ صحیح پوزیشن یہ نہیں ہے کہ ملک نہ اسلام کا تھا نہ سوشلزم کا، اور قوم کو اب یہ فیصلہ کرنا ہو کہ وہ اسلام چاہتی ہے یا سوشلزم، اور اس معاملہ میں دونوں کا دعویٰ مساوی حیثیت رکھتا ہو۔ بلکہ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ ملک اسلام کا ہے، اسی کے نام پر بنا ہے۔ اسی کی خاطر ہندو اور انگریز سے لڑ کر یہ الگ ملک بنایا گیا ہے، اور اب سوشلزم یہ دعویٰ لے کر سامنے آیا ہے کہ اس ملک کو اسلامی مملکت کے بجائے سوشلسٹ ملک بنایا جائے۔ معاملے کی اس نوعیت کو پروپیگنڈا کی دھول اڑا کر دھندلانے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اسے اس شکل میں پیش کیا جا رہا ہے کہ گویا پاکستانی قوم کو اب اسلام اور سوشلزم میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔

تشکیلِ پاکستان کی وجہ کیا تھی ایسا بے جا سوال اٹھا کر جو لوگ مملکت کی اصولی بنیادوں پر بار بار ضربیں لگا رہے ہیں، وہ درحقیقت تاریخ کو جھٹلا رہے ہیں۔ پاکستان ہرگز اس بنیاد پر نہیں بنا تھا کہ ہندوستان سے علیحدگی چاہنے

والے مسلمان سوشلزم قائم کرنا چاہتے تھے، اور بھارت کا ہندو اس میں مزاحم تھا۔ نہ ہندو مسلم کشمکش کی ساری تاریخ اس محور پر گھوم رہی تھی کہ مسلمانوں کا نصب العین سوشلسٹ نظام کا قیام تھا اور ہندو کو سوشلسٹ نظام سے سخت عناد تھا، اس لیے مجبوراً علیحدگی کا فیصلہ کرنا پڑا۔

سارا جھگڑا تو اسلام کی بنیاد پر ہوا تھا۔ مسلمان اسلامی نظام حیات اور اسلامی تہذیب کو نشو و نما دینا چاہتے تھے، اور بھارت کے ہندو انہیں اس کا موقع دینے کے لیے تیار نہ تھے، بلکہ ان کے منصوبے یہ تھے کہ مسلمانوں کے رہے سہے جداگانہ مذہبی و تہذیبی وجود کو ختم کر کے انہیں متحدہ قومیت کا جزوِ بدن بنا لیں۔

کشمکش اور قربانی کس کے نام پر؟ یہ وہ کشمکش تھی جس کے نتیجے میں پاکستان بنا، اور اس کی بھاری قیمت مسلم عوام نے خدا اور رسول اور ان کے دین کی خاطر اپنی لاکھوں لاشوں اور بے شمار عصمتوں اور گراں بہا جائدادوں کی شکل میں ادا کی۔ کیا آج سوشلزم کا کوئی علمبردار یہ بتا سکتا ہے کہ تشکیلِ پاکستان کے شہداء اور مصیبت زدگان میں کتنے تھے جنہوں نے اپنے خدا اور دین کے لیے نہیں بلکہ سوشلزم کی خاطر قربانیاں دی تھیں؟ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ پکار کر طرح طرح کی آفات کو لبیک کہنے والوں میں، یا ان کے مقابلے میں کتنے فیصدی تھے وہ لوگ جنہوں نے اپنے اس نعرے پر جان اور مال اور عصمت اور ناموس کی قربانیاں دی ہوں کہ پاکستان کا مطلب کیا ــــ سوشلزم؟ کیا ایسے لوگ ایک فی ہزار، بلکہ ایک فی لاکھ بھی تاریخ کے ریکارڈ میں سے نکال کے سامنے لائے جا سکتے ہیں؟ کوئی ایک موت بھی ایسی ہے جو تحریک پاکستان میں سوشلزم کے نام پر ہوئی ہو، اور مرنے والے نے کلمہ طیبہ پڑھنے کی جگہ اس اعلان پر دم توڑا ہو کہ میں سوشلزم کی خاطر مر رہا ہوں، یا ایسے پاکستان کی خاطر جان دے رہا ہوں جس کا مقصد سوشلسٹ نظام کا قیام ہے؟

مشکلات سے فائدہ اٹھا کر ایک قوم کی قوم اپنے سے بڑی قوم سے سیاسی لڑائی لڑ کر اور بے اندازہ قربانیاں اس مقصد کے لیے دے کر بڑے ارمانوں کے ساتھ ایک مملکت کی تشکیل کرتی ہے کہ اس میں اس کا اپنا نظریۂ حیات جلوہ آرا ہو گا اور آزادی پانے کے بعد وہ اس میں اپنے عقیدے کے مطابق نظامِ زندگی کی تعمیر کسی رکاوٹ کے بغیر کر سکے گی۔ لیکن اُسی قوم کے اندر سے ایک عنصر ایک دوسرا نظریۂ حیات لے کر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے جس کے کسی ایک فرد کا بھی اس ساری لڑائی میں بحیثیت علمبردارِ اشتراکیت کوئی حصہ نہ تھا۔ یہ سب کچھ کس لیے ہے؟ آخر اس کی وجہ اس کے

سوا اور کیا ہے کہ اس قوم کو سیاسی اور اقتصادی مشکلات میں مبتلا پا کر کچھ لوگ اس کی مخلصانہ مدد کرنے کے بجائے الٹا اس کی مشکلات سے فائدہ اٹھا کر اس کے محبوب نصب العین کی جڑیں کھودنا چاہتے ہیں؛ وہ اس سے اس کا دین چھین لینا چاہتے ہیں۔ وہ اس سے اس کے صدیوں کے خواب اور ارمان لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ وہ اس کے گھر پر بیرونی قبضہ جمانے کے لیے پروپیگنڈا کی مہم اٹھاتے ہیں۔

کانگریس والی چال اس وقت ہمارے ہاں ایک گروہ ایسا ہے جس میں کچھ لوگ دانستہ سازش کے تحت اور کچھ لوگ سادہ لوحی کے تحت یہ صدا بلند کرتے ہیں کہ:

"اس وقت جبکہ آمریت کے خلاف جدوجہد کی جا رہی ہے، اس جھگڑے کو پیچھے ڈال دینا چاہیے کہ یہاں اسلامی نظام چلے گا یا سوشلسٹ نظام؛ پہلے آمریت کو ہٹا کر جمہوریت قائم کر لی جائے، پھر قوم سے یہ سوال طے کرایا جا سکتا ہے کہ وہ دونوں میں سے کس نظام کو پسند کرتی ہے۔"

یہ نصیحت بالکل اسی طرح کی ہے جس طرح آزادی سے پہلے کانگریسی نیشنلسٹ حلقے مسلمانوں کو بہلا پھسلا کر اس بات پر راضی کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ پہلے ہندو مسلم امتیاز کو درکنار رکھ کر انگریز کے خلاف لڑائی لڑلی جائے، پھر جب آزادی مل جائے گی تو اس وقت اسلام کے متعلق طے کرتے رہیں گے کہ مستقبل میں مسلمانوں کو اپنے دین کے نشوونما کے لیے کیا امکانات حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس خوبصورت اور مغالطہ انگیز پروپیگنڈے سے کانگرسی ہندوؤں کا منشا یہ تھا کہ ایک طرف وہ اپنی مضبوط سیاسی و اقتصادی پوزیشن کو مضبوط تر کرتے جائیں اور اپنے بظاہر سیکولر اور بباطن برا ہمن مت کے رجحانات کی جڑیں گہری کرتے جائیں اور دوسری طرف بھولا بھالا مسلمان پورے اخلاص و ایثار کے ساتھ انگریز کے خلاف متحدہ لڑائی لڑتا رہے۔ مسلمان عوام کی اکثریت نے اپنے ذی شعور دینی رہنماؤں اور سیاسی لیڈروں کی رہنمائی میں نیشنلسٹ مسلمانوں کے اس کانگرسی فریب کو رد کر دیا، کیونکہ ان پر یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ آزادی ملنے کے بعد متحدہ قومیت کے پردے میں جب ایک بار ہندو اکثریت ملک پر پورا تسلط جما لے گی تو پھر اسلام کے لیے ان سے لڑائی لڑنے کی گنجائش کہاں رہے گی؟ چنانچہ اب دیکھ لیجیے کہ آزادی ملنے کے بعد سے اب تک ہندوستان میں عام مسلمانوں پر تو جو کچھ گزری سو گزری۔ کٹر سے کٹر کانگرسی اور نیشنلسٹ رہنما تک وہاں کیا کچھ بھگت رہے ہیں۔ آزادی کے لیے غیر مشروط اتحاد کے علمبردار علماء اسلام کی لڑائی لڑنے کے لیے کیا وہاں کوئی ادنیٰ سا راستہ بھی پا رہے ہیں؟

آمریت دشمنی کی آڑ میں | ٹھیک وہی بات آج ہم سے یہاں کہی جارہی ہے اور وہی چال یہاں بھی چلی جارہی ہے۔ یعنی یہ کہ ہم عام مسلمان اور ہمارے علماء حضرات تو سوشلزم سے دوستی گانٹھ کر آمریت سے لڑنے میں مصروف ہو جائیں اور سوشلزم کے علمبردار آمریت سے لڑائی کے ساتھ ساتھ اپنی نظریاتی بنیادوں کو بھی مضبوط کرتے چلے جائیں اور اپنے پروپگنڈے کا طوفان اتنے زور سے اٹھاتے رہیں کہ جب آمریت سے نجات کا وقت آئے تو پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ کے بجائے سوشلزم بن کر رہ جائے۔ اس کے بعد اگر مسلمان اسلام کا سوال اٹھائیں تو ان کو جواب ملے کہ مذہب تو افیون ہے، اور جو لوگ مذہب کا نام لیتے ہیں وہ سامراجیوں اور سرمایہ داروں کے پٹھو ہونے کی وجہ سے گردن زدنی ہیں۔

سوشلسٹ عنصر کی چال | اس وقت پاکستان کا سوشلسٹ عنصر آگے بڑھنے کے لیے سخت بیقرار ہے، کیونکہ ایک طرف اسے اپنے مقصد کے لیے اضطراب زدہ عوام اس طرح دکھائی دیتے ہیں جیسے شکاری کے سامنے وافر شکار آجاتا ہے، اور دوسری طرف انہیں ایسی تنظیم بین الاقوامی طاقتوں کی سرپرستی حاصل ہے جن کی سرحدیں عین ہماری سرحدوں سے متصل واقع ہیں۔ ان دو وجوہ سے وہ اپنے لیے موجودہ موقع کو بڑا نادر موقع سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کی مشکل یہ ہے کہ وہ اپنی قلیل سی تعداد کے ساتھ جب بھی اپنی الگ حیثیت میں ملک کے عوام کے سامنے آنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کی بات بنتی نہیں۔ ان حالات میں ان کی تمام تر کوشش یہ ہے کہ ان کو کسی نہ کسی سیاسی و مذہبی عنصر کی پناہ مل جائے جس میں گھل مل کر وہ براہ راست عوام کی صفوں میں اپنا راستہ بنا سکیں۔ اس غرض کے لیے وہ جمہوریت پسند سیاسی جماعتوں میں بھی گھس رہے ہیں اور ایک خاص مذہبی گروہ کو بھی اپنا آلۂ کار بنا رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو یہ اطمینان دلایا جاسکے کہ اسلام اور سوشلزم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن جن دینی و سیاسی جماعتوں کو انہوں نے تاکا ہے، وہ اگر بصیرت مند ہوں تو وہ ان کو اپنا کندھا پیش کریں گی، اور نہ انہیں سوشلزم کے پروپگنڈے کی بندوق چلانے کا موقع دیں گی۔ البتہ اگر انہوں نے کمزوری یا بھولپن کا ثبوت دیا تو یہ تیز طرار اور جارحیت مزاج گروہ ان کے کندھوں پر صرف اپنی بندوق ہی نہیں رکھے گا بلکہ ان پر سوار ہو جائے گا۔

یہ ہے وہ منصوبہ جس کے تحت آج ہم سے کہا جارہا ہے کہ آمریت کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے اسلام کا سوال بیچ میں نہ لایا جائے، اور پھر بیچ کے کچھ بھولے بھالے دانشور بھی بول اٹھتے ہیں کہ ہاں بھائی بات

تو ٹھیک ہے، فی الحال اسلام اور سوشلزم دونوں کو الگ رکھ دیا جائے۔ بس آمریت کے خلاف متحدہ محاذ بن جانا چاہیے۔ مگر یہ منطق بالکل غلط ہے!

دونوں کی پوزیشن ایک سی نہیں ہے آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام اور سوشلزم دونوں کو ایک سطح پر لاکر یہاں برابر کی حیثیت دے دی جائے۔ بصورت واقعہ یہ ہے کہ پاکستان اسلام کا ملک ہے اور سوشلزم ایک نئے مدعی کی حیثیت سے اٹھ کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ ملک میرا ہے یا میرا ہونا چاہیے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہو، اور ہمیشہ سے اس کی ملکیت مسلّم چلی آرہی ہو، اور ایک دن اچانک وہ دیکھے کہ اس کے مکان کا ایک نیا دعوے دار سامنے آگیا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مکان میرا ہے، آپ یہاں سے تشریف لے جائیے۔

ایسی صورت میں جو لوگ اسلام اور سوشلزم دونوں کو ایک سطح پر رکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ آگے چل کر اس ملک کے باشندوں کو کرنا ہوگا کہ آیا پاکستان کو اپنی اصل اسلامی بنیاد پر چلنا ہے یا اشتراکیت کے پیچھے جانا ہے، وہ نہایت غیر معقول بات کہتے ہیں۔ اُن کی یہ بات اُتنی ہی نامعقول ہے جتنی اصل مالک مکان اور ایک جعلی دعویدار کو برابر کا درجہ دینے کی بات نامعقول ہے۔ دراصل پاکستان کے مسلمانوں کو فیصلہ یہ نہیں کرنا ہے کہ یہاں اشتراکیت چلے گی یا اسلام، بلکہ فیصلہ یہ کرنا ہے کہ جس ملک کو انہوں نے لڑ بھڑ کر اسلام کے لیے حاصل کیا ہے اس میں وہ اشتراکیت کے علمبرداروں کو برداشت بھی کریں یا نہیں۔

نئے جعلی دعوے دار کی مزاحمت علیٰ ہذا القیاس جو لوگ یہاں اسلام کے مقابلے میں سوشلزم کے دعوے کی مزاحمت کر رہے ہیں ان کی صحیح پوزیشن کو بھی اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔ ان کی پوزیشن یہ نہیں ہے کہ ایک دعویٰ اُن کا ہے، اور ایک دعویٰ اُن کے مقابل کا۔ درحقیقت وہ ایسی حالت میں ایک ناجائز و غیر مستحق دعوے دار، یا صحیح الفاظ میں جھوٹے مدعی کا مقابلہ کر رہے ہیں جبکہ وہ مدعی شور مچا مچا کر، اپنے حامیوں سے نعرے لگوا لگوا کر، اور اصل مالک کے ساتھیوں میں سے سادہ لوح لوگوں کو فریب دے دے کر آہستہ آہستہ مکان پر قبضہ کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

کوئی معقول آدمی ان دونوں کو ایک درجے میں رکھ کر یہ نصیحت نہیں کر سکتا کہ دیکھو بھئی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر فی الحال جھگڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ اس وقت جو شخص یہ نصیحت کرتا ہے وہ ملک و قوم کے مسلّمہ نظریۂ حیات کے مقابلے میں دانستہ یا نادانستہ ایک جعلی دعوے دار کی مدد کرتا ہے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ آمریت کے خلاف بحالیٔ جمہوریت

کی جدوجہد کرنے کے لیے سوشلسٹ حضرات آنا چاہیں تو خوشی سے آئیں، مگر اپنے ناجائزہ کلیم" (CLAIM) کو بالائے طاق رکھ کر آئیں۔ ورنہ مسلمانوں کو اول قدم ہی پر انہیں یہ صاف صاف بتا دینا ہوگا کہ وہ سوشلزم کے لیے ان کے دعوے کو بالکل ناجائز سمجھتے ہیں اور بحالی جمہوریت کی جدوجہد میں ان کے تعاون کی یہ قیمت ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ وہ ان کے اس کاروبار کو یہاں چلنے دیں۔

سوشلزم کے مختلف ترجمان پاکستان کا اسلامی تصور رکھنے والے عوام جب یہ جاننا چاہتے ہیں کہ یہاں سوشلزم کا ترجمان آخر ہے کون اور اس کا دعویٰ کیا ہے تو انہیں ایک ترجمان سے نہیں بلکہ مختلف ترجمانوں سے سابقہ پیش آتا ہے، اور ان میں سے ہر ایک اپنی اپنی الگ بولیاں بولتا ہے۔

ان میں اگر اتفاق ہے تو صرف اس ایک مقصد پر کہ پاکستان کی طے شدہ اسلامی بنیادوں کو متزلزل کر دیا جائے ان میں سے دو گروہ تو ایسے ہیں جو خالص سوشلسٹ نظام چاہتے ہیں اور اسلام کا نام تک نہیں لیتے، بلکہ ان میں سے ایک کے ایک مشہور رہنما نے تو صاف صاف کہہ بھی دیا ہے کہ بحالی جمہوریت کے بعد قوم فیصلہ کرے گی کہ وہ اسلام چاہتی ہے یا سوشلزم۔

لیکن ان کے درمیان یہ اختلاف اب معلوم عوام ہو چکا ہے کہ ایک کا رُخ چین کی طرف ہے اور دوسرے کا رُخ ماسکو کی طرف۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر خدانخواستہ قوم نے سوشلزم کی راہ اختیار کی بھی تو اسے ایک راستہ نہیں ملے گا بلکہ ایک دوراہا اس کے سامنے آئے گا اور اسے پھر اس سوال سے دوچار ہونا پڑے گا کہ پیکنگ کی طرف جائے یا ماسکو کی طرف۔

اس کے بعد سوشلزم کی علمبردار ایک اور پارٹی ہمارے سامنے آتی ہے جس نے یہ نعرہ بلند کیا ہے کہ:

"ہمارا مذہب اسلام۔ ہمارا معاشی پروگرام سوشلزم۔ ہمارا سیاسی نظام جمہوریت"

یہ ایک نئی تثلیث ہے جس کا سرسری طور پر تجزیہ کیجیے تو حسب ذیل نتائج نکلتے ہیں:۔

(۱) اسلام صرف ایک مذہب ہے جو سیاست اور معیشت میں ہماری کوئی رہنمائی نہیں کرتا۔ وہ صرف نماز روزے کی حد تک ہمارا مذہب ہے۔

(۲) معیشت کے معاملے میں رہنمائی کے لیے ہم کو لازماً مارکس اور لینن کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اس کے بعد کچھ

معلوم نہیں کہ ہم چین کی پیروی کریں گے یا روس کی، یا مارشل ٹیٹو کی یا کسی اور کی۔

(۳) سیاسی نظام بھی ہم بہرحال اسلام سے نہیں بلکہ کسی اور جمہوریت سے لیں گے۔ مگر یہ بات ابھی واضح نہیں کی گئی ہے کہ وہ جمہوریت برطانیہ والی ہوگی، یا امریکہ والی، یا رُوس والی، یا چین والی، یا کیوبا والی، یا یوگوسلاویہ والی، یا چیکوسلاویکیہ والی ــــ یہ معاملہ گول کر دیا گیا ہے تاکہ جمہوریت کے نام پر لڑائی لڑنے کے بعد اگر اقتدار مل جائے تو یہ سیاسی نظام اپنی مرضی کا گھڑ کر کے اس پر جمہوریت کا سائن بورڈ لگا دیا جائے (حالانکہ یہ سائن بورڈ تو اب بھی موجود ہے)۔

(۴) اسلام چونکہ محض ایک مذہب ہے جس کا تعلق زندگی کے اجتماعی معاملات سے کچھ نہیں ہے، لہٰذا اسے میدان سے الگ ہو کر مسجدوں اور حجروں میں دم سادھ کے بیٹھ رہنا چاہیے ــــ تاآنکہ مستقبل کا انقلابی نظام مسجدوں و حجروں سمیت اس کی قسمت کا آخری فیصلہ کر دے۔

اس خارسوے میں اسلام کو وہی جگہ دی جا رہی ہے جس کے متعلق اقبال نے کہا تھا کہ ۔

ملّا کو جو مسجد میں ہے سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

اسلامی سوشلزم | ان نعروں کے ساتھ ایک آواز یہاں "اسلامی سوشلزم" کی بھی سنائی دیتی ہے جو کرسچین سوشلزم کے مماثل ایک ترکیب ہے۔ کرسچین سوشلزم کے تجربات آخرکار نیشنل سوشلزم پر منتج ہو کے رہے جس نے اپنے جوہر کرشمے نازی جرمنی میں دکھائے تھے۔ عیسائیت تو کسی خلائی جہاز کو فضا میں دھکا دینے والے راکٹ کی طرح راستے ہی میں الگ ہو کر گم ہو گئی، اور نیشنل سوشلزم کے خلائی جہاز کو زیادہ تیز رفتار حاصل ہو گئی۔

اب تک یہ بات قطعی طور پر واضح نہیں کی گئی ہے کہ سوشلزم کے ساتھ "اسلامی" کا لفظ شامل کرنے کا آخر مطلب کیا ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام اور سوشلزم کا مرکب ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ اس میں کون سے نکات ایک طرف کے اور کون سے دوسری طرف کے ہوں گے؟ اس کے اندر اسلام کتنے فی صدی ہوگا اور سوشلزم کتنے فی صدی؟ اور اسلام نے کب کسی مسلمان کو اس کا مجاز کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ جو چیز چاہے ملا کر ایک مرکب تیار کرلے اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل مقصد تو وہی سوشلزم لانا ہے جسے دنیا اس معروف نام سے جانتی ہے، جس کی مختلف شکلیں اس وقت روس، چین، مشرقی یورپ، کیوبا وغیرہ دنیا کے بہت سے ملکوں میں عملاً رائج ہیں، لیکن

اسلامی کا لفظ اس کے ساتھ صرف اس لیے لگایا گیا ہے کہ یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لیے آسانی سے قابلِ قبول بن جائے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ ایک فریب ہے جو یہاں کے مسلمانوں کو دیا جا رہا ہے، اور اس فریب کا پردہ جتنے جلدی چاک کر دیا جائے اتنا ہی بہتر ہے۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اسلام کا سوشلزم، یا وہ سوشلزم ہے جو اسلام میں پایا جاتا ہے، تو جو شخص بھی یہ نام لے کر پبلک کے سامنے آتے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ جس چیز کو بھی وہ اسلام کا سوشلزم کہتا ہے اس کا ثبوت قرآن و سنت سے پیش کرے، کیونکہ کوئی چیز بھی اُس وقت تک اسلامی نہیں کہی جا سکتی جب تک دلائل سے اس کے ماخذ کی نشان دہی قرآن و سنّت میں نہ کر دی جائے۔ دلائل کے معنی احکام اور اصطلاحات پر ادیبانہ حاشیہ آرائی اور شاعرانہ نکتہ آفرینی کرنا نہیں ہے۔ اسلام کی اساسی حکمت کو حکمت ہی کی حیثیت سے پیش کرنا چاہیے۔ اس کے قوانین کو قوانین ہی کی حیثیت دینی چاہیے اور اس کی اخلاقی ہدایات کو اخلاقی ہدایات ہی کے درجے میں رکھنا چاہیے۔ ان ساری چیزوں کو خلط ملط کر کے ایک جبری قانون اور ایک من مانا ضابطہ نہ بنا ڈالنا چاہیے۔ مزید براں یہ بات بھی خوب سمجھ لینی چاہیے کہ جو شخص بھی کسی چیز کو اسلام کا سوشلزم قرار دے اس کے پیش کردہ "اسلامی سوشلزم" کو اس وقت تک ملکی نظام نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت یہ تسلیم نہ کر لے کہ ہاں واقعی یہ سوشلزم قرآن و سنت سے نکلتا ہے، اور قرآن و سنت کا منشا اسی کو قائم کرنا ہے۔ لہٰذا جو اصحاب اس معنی میں یہ لفظ استعمال کرتے ہوں ان کو صاف صاف یہ اقرار کرنا چاہیے کہ وہ یہاں وہ سوشلزم لانا چاہتے ہیں جو قرآن و سُنّت سے نکلتا ہو اور جسے یہاں کے مسلمانوں کی اکثریت تسلیم کرلے کہ یہ سوشلزم قرآن و سنّت سے ثابت ہے۔

کچھ لوگ یہ بھی کہتے سُنے گئے ہیں کہ اسلامی سوشلزم سے مراد اسلام کا عدلِ اجتماعی (SOCIAL JUSTICE) ہے لیکن اگر اس سے مراد یہی ہو تو وہ بہر حال اسلام ہی ہے۔ اس کے لیے سوشلزم کا لفظ استعمال کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ خصوصاً جبکہ سوشلزم ایک معروف نظام زندگی کا نام ہے جو صرف کاغذ پر لکھا ہوا ہی نہیں ہے بلکہ دنیا میں بہت سے ملک اس نظام پر چل رہے ہیں۔

اسلامی سوشلزم کے دو خواص | اسلامی سوشلزم کے مذکورہ بالا چار ممکن مفہومات کے سوا اس کا کوئی اور مفہوم بھی ہم

تو اسے ہم نہیں جانتے۔ آج تک یہ نعرہ مفہوم و مدعا کی تعیین کے بغیر بالکل مبہم طریقے سے لگایا جاتا رہا ہے، اور جہاں بھی یہ نعرہ بلند ہوا ہے وہاں اس کے اندر دو خواص لازماً پائے گئے ہیں جن سے اس تحریک کی ماہیت اچھی طرح سمجھی جا سکتی ہے۔

ایک یہ کہ "اسلامی سوشلزم" کے نام سے قائم شدہ محاذ مشرقِ وسطیٰ کے ممالک اور انڈونیشیا میں اپنا یہ تجربہ پیش کر چکا ہے، اور اب پاکستان میں یہ رنگ دکھا رہا ہے کہ اس کی فکری اور سیاسی دونوں طرح کی لڑائی کا سارا زور "خالص اسلامی نظام" چاہنے والوں کے خلاف صرف ہوتا ہے، اور اس کا سارا تعاون اور بھائی چارہ ان لوگوں کے لیے مخصوص رہتا ہے جو کھلے کھلے مارکسزم کے حامی ہوتے ہیں اور اسلام کا نام تک نہیں لیتے۔

دوسرے یہ کہ "اسلامی سوشلزم" سے شروع ہو کر بات آخر کار مکمل اور خالص سوشلزم" پر جا کر ختم ہوتی ہے یہی صورت ان تمام مسلمان ممالک میں پیش آئی ہے جہاں "اسلامی سوشلزم" سے آغاز کار لیا گیا۔ اور اب یہاں پاکستان میں بھی اسی صورتِ حال کے آثار نمایاں ہو رہے ہیں۔ اس کی واضح دلیل مسٹر بھٹو کا وہ تازہ انٹرویو ہے جو نوائے وقت مؤرخہ ۱۶ر جنوری ۱۹۶۸ء میں ہفت روزہ "نصرت" کے حوالہ سے شائع ہوا ہے۔ مسٹر بھٹو پہلے "اسلام ہمارا مذہب، سوشلزم ہمارا معاشی پروگرام اور جمہوریت ہمارا سیاسی پروگرام" کا نعرہ لے کر اٹھے تھے۔ پھر انہوں نے "اسلامی سوشلزم" کا نعرہ بلند کرنے والے دانشوروں اور صحافیوں سے رشتہ جوڑا۔ اور اب وہ صاف صاف کہتے ہیں کہ میں سوشلسٹ ہوں، سوشلسٹ معاشرے کا قیام چاہتا ہوں، اور میں نے اپنی مستقل پارٹی اس لیے بنائی ہے کہ بائیں بازو (اصحاب الشمال!) کے عناصر منتشر ہو چکے تھے اور انہیں مجتمع کر کے باعمل بنائے بغیر سوشلسٹ معاشرہ قائم نہیں کیا جا سکتا۔ اب ہر شخص خود اندازہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ اسلامی سوشلزم کا نام لے کر خالص سوشلزم کے علمبرداروں کی ہمت افزائی کر رہے ہیں وہ دانستہ یا نادانستہ کس قسم کا خطرناک کھیل کھیل رہے ہیں۔

<u>اس کے نتائج کیا ہونگے!</u> پاکستان کو سوشلزم کی راہ پر ڈالنے والے سُرخ علمبرداروں کا معاملہ تو الگ نوعیت کا ہے، کیونکہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں سوچ سمجھ کر کر رہے ہیں۔ مگر ان کے نعروں سے متاثر ہونے والے حضرات سے ہم یہ گزارش کرتے ہیں کہ براہِ کرم آنکھیں بند کر کے سیلاب میں بہنے سے پہلے ان نتائج پر بھی ایک مرتبہ غور کر لیں جو پاکستان کو سوشلسٹ کیمپ میں دھکیلنے سے برآمد ہونگے۔

(۱) سوشلزم کے ساتھ جمہوریت نہیں چل سکتی ٹھیک اُسی طرح جیسے جمہوریت کی کُھلی فضا میں سوشلزم نہیں چل سکتا۔ سوشلزم صرف ایک جابرانہ آمریت ہی کے ذریعہ سے چل سکتا ہے، اور اگر وہ ایک دفعہ جمہوریت کے ذریعہ سے لے بھی آیا جائے تو آخر کار جمہوریت ختم اور آمریت قائم ہو جاتی ہے۔ یہ محض ایک خیالی اندیشہ نہیں ہے۔ دنیا میں جہاں بھی سوشلسٹ نظام قائم ہوا ہے اور جہاں وہ اب چل رہا ہے، ایسے سب ملکوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

(۲) سوشلزم اختیار کرنے والے ہر ملک کے لیے، اور خصوصاً ایک کمزور ملک کے لیے ناگزیر ہے کہ اسے سوشلسٹ ممالک کے دائرۂ اثر میں جانا پڑے گا۔ اس سُرخ مدار (ORBIT) میں داخل ہونا تو آسان ہے مگر اس سے نکلنے کے راستے بند ہیں۔ اس کے نتائج کا اندازہ کرنے کے لیے چیکوسلواکیا کے انجام کو دیکھ لیجیے جہاں ایک کھلے بین الاقوامی اسٹیج پر ایک سبق آموز کھیل دکھایا جا چکا ہے۔

(۳) مختلف سوشلسٹ انقلابوں کی تاریخ اور سوشلسٹ ملکوں کے حالات کا مطالعہ آپ پر یہ راز بھی فاش کر دے گا کہ اِس پھندے میں حسین امیدوں کے ساتھ اپنی گردن پھنسا دینا تو آسان ہے، لیکن جب یہ پھندا کسی ملک کی آبادی کے گلے میں پڑ جاتا ہے تو وہ سوشلسٹ نظام کی گرفت میں اس قدر بے بس ہو جاتی ہے کہ پھر اگر اس سے آزاد ہونا چاہے تو کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس میں کوئی حزبِ اختلاف نہیں ہوتی۔ کوئی آزاد پلیٹ فارم نہیں ہوتا۔ کوئی آزاد پریس نہیں ہوتا کسی جماعت کے بنانے کا کیا سوال۔ کوئی شخص اپنی انفرادی حیثیت میں بھی اختلاف کا ایک لفظ اپنی زبان سے ادا نہیں کر سکتا۔ بدتر سے بدتر سامراج میں بھی تغیر و انقلاب اور تحریک آزادی کی کچھ نہ کچھ گنجائش ہمیشہ باقی رہی ہے مگر سوشلسٹ نظام نے ایسی ہر گنجائش کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ہم پیسٹرنیک اور سولینا ٹسن کا حوالہ دینا نہیں چاہتے۔ البتہ ان رُوسی نوجوانوں کا ذکر ضرور کریں گے جنہوں نے سُرخ چوک میں چیکوسلواکیہ کے سانحہ کے خلاف ہلکی سی احتجاجی آواز اٹھا کر اپنے آپ کو اذیتوں کے حوالے کر دیا۔ اور اس سے زیادہ عبرتناک مثال لیوشاؤچی کی ہے جس پر ایک مدت سے لعنت، ملامت اور الزامات کی بوچھاڑ ہو رہی ہے مگر آج تک اسے کسی پلیٹ فارم یا پریس کے ذریعہ سے اپنی پوزیشن صاف کرنے کا کوئی موقع نہ مل سکا۔ کیا پاکستان کی موجودہ آمریت سے نجات پانے کے لیے ہم اس سے ہزار گنی زیادہ سخت آمریت اپنے اوپر مسلط کر لیں؟

اپنا اپنا واضح موقف ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ پاکستان کے باشندے کسی ذہنی الجھن میں مبتلا نہ رہیں بلکہ دن کی روشنی میں کھلی آنکھوں کے ساتھ دو راستوں کا فرق صاف صاف دیکھ کر ایک راستہ اختیار کریں۔

جو لوگ صدق دل سے اسلام اور اسلامی نظام کو جمہوری طریقے پر چلانا چاہتے ہوں، وہ یکسوئی سے اپنا موقف طے کر کے اس پر اس طرح قدم جمائیں کہ پھر یہ قدم مختلف مغالطہ انگیز نعروں کے اثر سے متزلزل نہ ہوں۔ وہ سوشلسٹوں کو یہ موقع نہ دیں کہ وہ آمریت سے لڑائی کے لیے اتحاد کے نام پر یہ تسلیم کرالیں کہ پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کا مسئلہ ابھی طے شدہ نہیں بلکہ مختلف فیہ ہے۔ اور یہاں اسلام اور سوشلزم دو برابر کے دعویدار رہیں۔ ایسا مان لینے کے معنی نہ صرف اسلام کو اُس کے اپنے گھر میں کمزور کر دینے کے ہونگے، بلکہ یہ اُن بے شمار شہیدوں کی روح سے بدترین غداری ہوگی جنہوں نے محض "پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ" کا جھنڈا بلند رکھنے کے لیے اپنا سب کچھ لٹا دیا۔

دوسری طرف سوشلزم کو اپنا دین ماننے والے حضرات کو بھی چال بازیاں چھوڑ کر اپنی اصل حیثیت میں لوگوں کے سامنے آنا چاہیے اور کسی لاگ لپیٹ کے بغیر یہ کہنا چاہیے کہ وہ اسلام نہیں چاہتے بلکہ سوشلزم چاہتے ہیں۔

حرفِ آخر سوشلزم کے حامی حضرات اسلام پسند طبقوں پر یہ الزام لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ سامراج کے حامی ہیں اور سرمایہ داری اور جاگیرداری اور تمام معاشی بے انصافیوں کو باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ سراسر جھوٹ ہے جس سے عوام کو فریب دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ:

ہم سفید اور سرخ سامراج، دونوں کے مخالف ہیں، اور پاکستان کو ان میں سے کسی کی گود میں بھی پھینکنا نہیں چاہتے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ پاکستان ایک آزاد ملک کی حیثیت سے دنیا کے ہر اس ملک سے دوستی کرے جس سے دوستی اور تعاون انسانیت اور خود پاکستان کی بھلائی کے لیے مفید ہو، مگر کسی کا خیمہ بردار بن کر نہ رہے۔

اور ہم معاشی ظلم کی ہر اُس صورت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں جو اس ملک میں برطانوی استعمار کے چھوڑے ہوئے ایک سراسر غیر اسلامی نظامِ معیشت کو برقرار رکھنے کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ لیکن ان بیماریوں کا علاج ہم مارکس اور لینن کے دیئے ہوئے نسخوں سے نہیں کرنا چاہتے بلکہ اللہ اور اس کے رسول نے جو طریقِ علاج ہمیں قرآن اور سنت میں بتایا ہے اس کے مطابق صرف معاشی بیماریوں ہی کا نہیں، بلکہ اخلاقی، معاشرتی، سیاسی اور ہر دوسری بیماری کا علاج بھی ایک ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔